© rasailojaraid.com

ہے کہ [illegible] کی [illegible] حضرت [illegible]

مولانا [illegible] رامپور [illegible] عمل میں آیا تھا۔ مگر تعجب ہے کہ

مسیح الملک کا انتقال [illegible] دسمبر [illegible] [illegible] بمقام رامپور ہوا تھا

حکیم [illegible] جیسی مستند اور شخصیت کی اس تحریر کا [illegible] ہے جو کہ آج تک یہ غلط

[illegible] حکیم کمال الدین ہمدانی نے مسیح الملک کا سال وفات تحریر

کرنے میں [illegible] کی کوشش کی ہے۔ اب تک یہی غلط [illegible] کمال الدین

ہمدانی کے [illegible] جرنل [illegible] ماہ [illegible] میگزین [illegible]

میں شائع ہوا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اطلاع عام

بخدمت خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کچھ غیر ذمہ دار لوگ مکتبہ برہان و ادارہ ندوۃ المصنفین کو مشکلات میں مبتلا کرنے اور غیر قانونی و غیر اخلاقی کاروبار کرکے ناجائز منافع حاصل کرنے کے خیال سے ہر دو اداروں کی مشہور و معروف تصنیفات کو بلا اجازت ذمہ داران مکتبہ و ادارہ شائع کر رہے ہیں، اور یہ کاروبار فرضی ناموں سے بھی کافی عرصے سے جاری ہے۔ اس کی وجہ سے ہر دو مقبول عام اداروں کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کچھ ایسے ادارے اور افراد یا فرد جو ایسے غیر قانونی کاروبار میں ملوث ہیں ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی بھی کی جا رہی ہے۔

آپ سب ہی حضرات سے التماس ہے کہ مکتبہ برہان اور ادارہ ندوۃ المصنفین کی مدد کریں اور تمام کتابیں مرکزی مکتبہ برہان اور ادارہ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی سے منگائیں یا خود خریدیں۔ اور ہر کتاب پر منتظم مکتبہ برہان اور ندوۃ المصنفین کے دستخط و مہر ملاحظہ فرمالیں اور ایسا نہ ہونے پر ہر کتاب کو جعلی تصور فرمائیں اور نہ خریدیں۔

منتظم مکتبہ برہان ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

عمید الرحمٰن عثمانی خلف مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واصف دہلوی کی غزل گوئی

از پروفیسر ظہیر احمد صدیقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی

داغ دبستانِ دہلی کے آخری نمائندہ تھے۔ اس کے بعد جدید غزل کی باضابطہ بنیاد حسرت نے ڈالی۔ یہاں سے غزل کا ایک نیا مزاج اور نیا آہنگ شروع ہوجاتا ہے۔ داغ کی شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو :

"تخیل کا بانکپن، جذبہ کی شدت، زبان و بیان کے چٹخارے، لب و لہجہ کا تیکھا پن، کبھی پھبتی اور کبھی چٹکی زیر لب اور قہقہہ۔ یہاں عشق کی رنگینی بھی ہے اور رندانہ شوخی بھی مگر ان سب میں ہر لفظ پر نظر ہے کہ ٹکسال باہر تو نہیں ہوگیا۔" [۱]

اس اقتباس سے جہاں داغ کے نظریۂ فن کا اندازہ ہوا ہوگا کہ وہاں یہ قیاس بھی غلط نہ ہوگا کہ جدید غزل اپنے ماحول میں جن موضوعات اور رفتار کا مطالبہ کرتی تھی داغ کی شاعری ان کا ساتھ دینے کی متحمل نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں فن پر جس قدر شدید گرفت نظر آتی ہے فکر کی منزل ان سے اسی قدر

---

[۱] داغ کا نظریۂ فن از ظہیر احمد صدیقی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان سے دور تھی۔ مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ زمانے کے حوادثات نے شاعری کے مزاج کو بدل دیا۔ حالی کے مقدمہ شعر و شاعری کے طوفان نے قدامت پرستی کی طنابوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ مگر داغ نے اپنے تلامذہ کو جو نظریۂ فن بخشا اس کا سلسلہ آج بھی موجود ہے

اسی داغ اسکول کے ایک ممتاز شاعر مولانا حفیظ الرحمان واصف بھی تھے۔ مولانا واصف دہلوی کی انفرادیت کئی اعتبار سے مسلم ہے۔ مفتی کفایت اللہ کے فرزند تھے اور نواب سراج الدین سائل کے فرزند معنوی تھے حضرت سائل کو تلامذۂ داغ میں ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ ان دو مختلف دھاروں نے مولانا واصف کی شخصیت میں نکھار پیدا کر دیا۔ علم و فضل خاندانی ورثہ میں ملا۔ یہی سبب ہے کہ عربی، فارسی اردو کے علاوہ لسانیات، عروض اور قواعد پر غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ میں نے ان کی کتاب "اردو مصدر نامہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ان موضوعات کی طرف جانے سے سنگلاخ وادیوں میں بھٹک جانے کا ڈر رہتا ہے مگر مولانا نے جس خوش اسلوبی سے اس وادی کو طے کیا ہے یہ ان کی انفرادیت کی دلیل ہے۔ اس وقت مولانا واصف کے دوسرے کارناموں سے قطع نظر صرف ان کی شاعری پر اظہار خیال کرنا مقصود ہے۔

مولانا واصف کا سلسلۂ شاعری سائل سے ہوتا ہوا داغ سے ملتا ہے مگر اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ وہ شوخی اور زبان و بیان کا چٹخارہ ان کے یہاں نہیں ہے جو داغ کی شاعری کا طغرائے امتیاز ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان چٹخاروں کے لیے جو عاشقانہ جذبات کی ضرورت ہوتی ہے ان کے درمیان مولانا کے مذہبی ماحول [illegible] رکاوٹ [illegible] ہو۔ اس بات کا خیال اس لیے آیا کہ ان کے مجموعہ "[illegible] زندگی" میں [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے مگر کوئی جذبہ ہے جو اس کو روک دیتا ہے ۔ مولانا وآصف نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے ۔ غزلوں کے علاوہ نظمیں ، مراثی ، قطعات تاریخی اور غیرہ ، ریختی، رباعیات وغیرہ ان کے مجموعۂ کلام میں موجود ہیں ۔ نظمیں عشقیہ ، سماجی اور سیاسی موضوعات پر محیط ہیں ۔ اسی طرح قطعات کا دائرہ بھی مختلف عنوانات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر صنف سخن میں ان کی قادر الکلامی کی چھاپ نظر آئے گی۔ نظم کا عام طور سے تعلق خارجی شاعری سے ہے مگر مولانا وآصف نے اس کو داخلیت سے قریب کر دیا ہے ۔ ان کی قومی شاعری کا دائرہ ہندستان کے گرد گھومتا ہے اور ہندستان میں بھی دہلی سے ان کی محبت ان نظموں کا مرکزی خیال بن جاتا ہے ۔ دلی ایک شہر نہیں بلکہ ایک تہذیب کی علامت ہے ۔

دل کھنچا جاتا ہے اس منزلِ ویراں کی طرف
سر جھکا جاتا ہے اس گرد بیابان کی طرف
کاروانِ دلِ گم گشتہ کی منزل ہے یہی
خونِ صد حسرت داماں کا حاصل ہے یہی

مولانا وآصف کے کلام میں دوسری اصناف پر بحث کسی دوسرے وقت کے لئے ملتوی کرتا ہوں ۔ اس وقت صرف ان کی غزل گوئی کے بارے میں چند تاثرات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں ۔

میں نے ابتدا میں اشارہ کیا تھا کہ مولانا وآصف حضرت سائل کے شاگرد تھے ۔ سائل کو داغ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا ۔ یہی سبب ہے کہ داغ کے شاگردوں نے انہی کے لب و لہجہ میں بات ادا کرنے کی کوشش کی ہے ۔ [illegible] ان کے یہاں زبان و بیان کی ... طرح طرح کی نظر نہیں آتی مگر ... کا بھی [illegible] کرنا پڑے گا کہ استاد کی زبان کی ... [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تلامذہ کے تلامذہ نے قائم رکھا ہے۔

مولانا واصف کی غزلوں میں تغزل کی نشاندہی بخوبی کی جا سکتی ہے جذبات اور واردات کا اظہار انھوں نے بڑی خوبی کے ساتھ کیا ہے۔ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

دیدار سے پہلے ہی کیا حال ہوا دل کا
کیا ہوگا جو اٹھیں گے وہ رخ سے نقاب آخر

ان کو جی بھر کے نہ دیکھا کہ ہوئی صبحِ فراق
اس قدر تیز کبھی وقت کی رفتار نہ تھی

اے کاش ٹھٹک جائے ذرا ناقۂ لیلیٰ
دیوانے کو بس وقفۂ یک گام بہت ہے

محفلِ شب میں کس کو تھا مجھ پہ گمانِ عاشقی
تیری نگاہ کی حیا تہمتِ عشق دھر گئی

یہ طوفانِ حوادث اور تلاطم بادو باراں کا
محبت کے سہارے کشتیِ دل ہے رواں اب تک

اتنا نظر سے اپنی گراؤ نہ مجھ کو تم
کیا کیا رہا ہے تم سے مرے دل کو ارتباط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیتے ہیں ہم تو اشک بڑے اہتمام سے
دل کا معاملہ ہے کہاں تک ہو احتیاط

زیارت کو وہ دشتِ نجد کا جانباز آئے گا
ذرا دم بھر کو میری نعش ویرانے میں رکھ دینا

ان اشعار سے اندازہ ہوا ہوگا کہ مولانا واصف کے یہاں ایک ٹھہراؤ اور ...ہسند روی ہے۔ وہ معاملات حسن وعشق کو بھی جذباتیت کے دھارے میں ڈالنے ...قائل نہیں۔ جب ضبط نہیں ہوتا تو صرف اس قدر کہہ کر خاموش ہو جاتے ...یا کہ:

دل کا معاملہ ہے کہاں تک ہو احتیاط

واصف صاحب کے عشقیہ کلام میں ہجر، وصال، رقیب، ناصح اور واعظ کا ...ر کہیں نہیں ہے۔ صرف اپنے جذبات کو مدھم لہجہ کے ساتھ بیان کر دیتے ...ہا:

آج تو واصف ان کو سنا دو ایک کہانی عشق و وفا کی
ایسا رہے انداز تکلم، حال کھلے اور نام نہ آئے

ایسی روداد لکھوں میں کہ رہے نام ترا
ناتوانی میں اگر ہاتھ قلم تک پہونچے

میں نے جس مدھم لہجہ کا ذکر کیا ہے اس کا اظہار اس وقت بھی ہوتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب ان کو پیغام محبت کے جواب میں طعنہ ہائے دلخراش ملتے ہیں :

ان کی شیرینیٔ گفتار مسلم لیکن
کس قدر تلخ وہ طعنے تھے جو ہم تک پہونچے

آکہ دامن کو ترے لعل و گہر سے بھر دوں
کاش دامن ترا اس دیدۂ نم تک پہونچے

ذرا اس لہجہ پر غور کیجئے ۔ ع

کس قدر تلخ وہ طعنے تھے جو ہم تک پہونچے

یا دوسرے شعر میں لفظ "کاش" اسی محرومی اور عجز کی طرف اشارہ کر رہا ہے ۔

بعض لوگوں نے عشق مجازی کو عشق حقیقی کا زینہ کہا ہے عشق مجازی زینہ ہو یا نہ ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ غزل کا لطف عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں سے ہے ۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو غزل کو وہ مقبولیت حاصل نہ ہوگی۔ مومن کی عدم مقبولیت کے اسباب میں ان کی پیچیدہ بیانی کے علاوہ تصوف سے گریز کو بھی دخل ہے ۔ اول تو غزل کا مزاج صوفیانہ بھی ہے اور پھر مولانا آصف جن کے ساتھ ایک علمی اور مذہبی روایت ہے وہ تصوف سے کیسے گریز کر سکتے تھے ۔ مولانا کے صوفیانہ نظریات کی بنیادی خصوصیات میں تصوف کے سیدھے سادے مسائل ہیں ۔ فلسفیانہ موشگافیوں سے انھوں نے ہمیشہ پرہیز کیا ۔ وہ "جنون عشق" کو عشق حقیقی کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور اس راہ میں دیر و حرم کی 'پابستگیٔ رسم و رہ' کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں ۔ اس کا سبب یہ ہے :

فتنے بہت ہیں بتکدۂ و خانقاہ میں
اچھے رہے جو دشتِ جنوں میں پڑے رہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چند اشعار ملاحظہ ہوں جن سے شاعر کے مسلک کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے

مری کامیاب نگاہ بھی مرے شوق کو نہ پہونچ سکی
مری روح محو جمال تھی جو نظر گئی رخِ یار پر

خدا جانے کہ اب اہلِ نظر کا حال کیا ہوگا
تمنّا جس کی تھی وہ لمحۂ دیدار آپہونچا

تصوف کی شاعرانہ روایت میں زندگی کا منفی پہلو ہے مگر مولانا واصف نے زندگی کو جدوجہد اور عمل کا مرکز قرار دیا ہے:

نہ ہو مایوس ناکامی پہ اپنی اے دلِ ناداں
شکست آرزو سے زندگی تعمیر ہوتی ہے

جو رنجِ عشق سے فارغ ہو اس کو دل نہیں کہتے
جو موجوں سے نہ ٹکرائے اسے ساحل نہیں کہتے

کہا جاتا ہے کہ سونا آگ میں تپ کر کندن بنتا ہے۔ صوفیاء کا خیال ہے کہ انسان جب تک غم و آلام کی آگ میں نہ تپے اس وقت تک محبوب حقیقی کی قربت حاصل نہیں ہوتی۔

یہ حوادث کے تھپیڑوں کا کرم تھا ورنہ
کس کی طاقت کہ ترے نقش قدم تک پہونچے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح دوسرے صوفیانہ افکار یعنی خدا پر بھروسہ، جنوں کی اہمیت، کائنات اور اس کے عناصر کا فریب نظر ہونا ان کے یہاں ان کا اظہار جا بجا ملتا ہے۔

ملتی نہیں ہر ایک کو یہ دولت جنوں
کتنے ہی آئے خاک اڑاتے چلے گئے

کیا بہار اور کیا خزاں واصف
سب فریب نگاہ ہوتا ہے

ترحم کی امید رکھو خدا سے
اگر آنکھ میں ہیں ندامت کے آنسو

مولانا واصف کے کلام سے ان کی شخصیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لوگ عام طور سے حدیث دیگراں کے پردے میں اپنی شخصیت کا اظہار کرتے ہیں۔ مولانا کے یہاں درمیان میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ جو کچھ وہ سوچتے ہیں اس کا اظہار بے کم و کاست کر دیتے ہیں۔ ان کی شخصیت ایک کھلی کتاب ہے۔ جس کو جو چاہے پڑھ لے۔ اشعار کا طرز و لہجہ بتا رہا ہے کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اس میں صداقت ہے۔

دیکھ کر دنیا کو اپنے غم سے ہم فارغ ہوئے
اب تو غیروں کی مصیبت پر بھر آتا ہے دل

بنایا خوگر تسلیم کچھ ایسا محبت نے
کہ اب دشمن کی بھی آزردگی دیکھی نہیں جاتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقر میں ہاتھ سے غیرت کو نہ دینا واصف
یہ فضائل ہیں جو اسلاف سے ہم تک پہونچے

اے دوست مغتنم ہیں وہ مردانِ باوقار
عسرت میں بھی جو آن پہ اپنی اڑے رہے

یہ طوفاں خیز موجیں، یہ تھپیڑے بادِ باراں کے
سفینے کو یونہی کھیتے رہو ساحل بھی آئے گا

ان اشعار میں مولانا واصف کی شخصیت کی پوری تصویر تو نظر نہیں آئے گی البتہ جن لوگوں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ان کی ذات میں سیرت کے یہ پہلو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے ۱۹۴۷ء کا روح فرسا انقلاب دیکھا جس نے نفرتوں کو جنم دیا مگر ان کے یہاں محبت میں دشمن بھی شریک ہو گئے۔ ذرائع آمدنی بھی محدود تھے مگر اسلاف کے ورثہ (غیرت اور خودداری) کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ناسازگار حالات میں جب انسان امید کے سہارے توڑ دیتا ہے، مولانا واصف کو یقین ہے کہ کشتی کسی دن ساحل مراد پر ضرور پہونچے گی۔ مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں ہے کہ یہ اعتماد اور بھروسہ ان میں مذہب کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

مولانا واصف دہلی کی شستہ اور فصیح اردو بولتے تھے۔ زبان و بیان کے سلسلہ میں انھوں نے روزمرہ اور سادہ زبان پر جہاں توجہ کی ہے وہاں سے محاوروں اور تشبیہات کو اپنی شاعری کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔ تفصیل کا یہاں موقع

© rasailojaraid.com